روایت بالمعنی کی شرعی حیثیت

حافظ محمد شریف*

اگر یہ صحیح ہے کہ عالم اسباب میں دنیا کا مدار چار چیزوں پر ہے عالموں کا علم' اکابر کا عدل' عابدوں کا تقویٰ اور جوان مردوں کی شجاعت تو کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی کہ علم کو ان سب پر مقدم نہ سمجھا جائے ار یہ بات بھی مخفی نہیں کہ علم صحیح کا بنیادی منبع دو بنیادی چیزیں ہیں۔ اول قرآن کریم جو منزل من اللہ ہے اور الحمدللہ آج تک اس میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں ہو سکی اور نہ قیامت تک ہو سکے گی۔ کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود قادر مطلق نے لیا ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون[1]

دوم حدیث شریف ہے۔ اللہ کے کرم سے امت مسلمہ نے اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ؐ کے قول و فعل اور حدیث و سنت کی ایسی حفاظت کی ہے کہ جس کی دنیا میں کوئی نظیر اور مثال موجود نہیں ہے۔ حضرات سلف کو اللہ تعالیٰ نے قوت حافظہ کے ساتھ ایسا علمی ذوق و شوق بھی عطا فرمایا تھا جس کا کسی اور قوم میں تلاش کرنا ناممکن امر ہے۔ اس امت مرحومہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر حرکت و ادا کو' ہر قول و فعل کو ایسے پیرایہ میں پیش کیا ہے کہ آنے والی نسلیں اس سے متمتع اور لطف اندوز ہوں۔ اس زمانہ میں فوٹوگرافی کے آلات نہ تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام حرکت و سکنات کے فلم لے لیے جاتے' نہ آواز ریکارڈ کرنے کے آلات تھے کہ آپ کے ارشادات اور تقریروں کے ریکارڈ بھر کر رکھ لیے جاتے' نہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سے اخبارات و رسائل نکلتے تھے کہ روزانہ یا ہفتہ وار یا ماہانہ آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور آپ کی زندگی کے حالات کی رپورٹیں شائع ہوتیں' نہ ریڈیو تھے کہ ان کے ذریعے دور دراز تک آپ کے فرمودات نشر کیے جاتے۔ اس وقت ضبط و نقل کا ذریعہ جو بھی تھا وہ لوگوں کا حافظہ اور زبانیں تھیں۔ قدیم زمانہ میں نہ صرف عرب بلکہ دنیا کی بیشتر قوموں کے پاس واقعات کو محفوظ رکھنے اور بعد کی نسلوں تک پہنچانے کا یہی ایک واحد ذریعہ تھا مگر عرب خصوصیت

---

*اسسٹنٹ پروفیسر گورنمنٹ کالج' گوجرانوالہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے ساتھ اپنے حافظہ اور صحت نقل میں ممتاز تھے اور ان کی یہ خصوصیت ایسی تھی کہ شاید کسی بھی منکر حدیث کو اس سے انکار نہ ہو۔ حضرت وحشیؓ بن حرب نے حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار کو شیرخوارگی کے زمانہ میں دیکھا تھا پھر پچاس سال کے بعد صرف ان کی آنکھیں اور پاؤں دیکھ کر (جبکہ وہ منہ ڈھانپے ہوئے تھے) ان کی شناخت کرلی کہ تم عبیداللہ ہو جس کو میں نے بچپن میں اٹھایا تھا۔ (۲)

جو قوم ایام العرب، کلام جاہلیت، انساب قبائل حتیٰ کی اونٹوں اور گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد کرتی اور اپنی اولاد کو یاد کراتی ہو۔ (۳) اس قوم کے لیے کیا مشکل تھا کہ وہ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی عظیم الشان شخصیت کے حالات اور آپ کے ارشادات کو یاد نہ رکھتی اور آنے والی نسلوں تک انہیں منتقل نہ کرتی؟ ہر آدمی کو اپنے محبوب کی ادا پسند اور خوش کن معلوم ہوتی ہے اور حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک ذات کبریا جل جلالہ کے بعد گوہر مقصود ہی صرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تھی۔

اندریں حالات اگر انہوں نے اپنے محبوب پیغمبر کی ایک ایک دل پسند ادا اور ایک ایک خوش کن ارشاد کو اپنے سینوں میں محفوظ کر لیا ہو اور آنے والی نسلوں کو اس سے روشناس کروایا ہو جس کو ہمہ تن گوش ہو کر باہوش طریقہ سے ذوق و شوق کے ساتھ انہوں نے سنا تھا تو اس میں کیا تعجب ہے۔ اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرات صحابہ کرام کے نزدیک کفرو شرک کے بعد بڑے گناہوں میں ایک جھوٹ بھی تھا۔ حضرات صحابہؓ کا تو مقام ہی بہت اونچا ہے، امام وکیع کا بیان ہے کہ حضرت ربعی بن خراش جو تابعی تھے انہوں نے اسلام میں ایک مرتبہ بھی جھوٹ نہیں بولا تھا۔ (۴) اور پھر جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیدی طور پر صریح الفاظ میں یہ فرما دیا تھا کہ مجھ پر دیدہ دانستہ جھوٹ بولنے والے اپنے لیے جہنم میں ٹھکانہ بنالیں۔ اس روایت کے حضرات صحابہ کرامؓ میں مرکزی بیس رواۃ تو وہ ہیں جن کے نام امام ترمذی نے بیان کیے ہیں۔ (۵) جن میں خصوصیت سے حضرات خلفاء راشدین اور بقیہ حضرات عشرہ مبشرہ شامل ہیں۔ (۶) اور متواتر حدیثوں میں اس کو پہلا درجہ حاصل ہے۔ (۷) ایسے صریح اور تاکیدی حکم کے بعد بھلا وہ پاکیزہ نفوس جھوٹ کیوں بولتے؟ اس لیے یہ بات بالکل واضح ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا، صحیح اور حق فرمایا۔ اس میں ذرہ بھر شک اور شبہ کی گنجائش نہیں۔ ہاں ع

تو ہی اگر نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

ہم کسی کی نیت پر حملہ نہیں کرتے کیونکہ نیتوں کا جاننے والا تو صرف علام الغیوب ہی ہے۔ لیکن قرائن و شواہد جس نتیجہ تک انسان کو پہنچاتے ہیں ان سے کچھ تو قیاس کیا جاسکتا ہے کہ فلاں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امر کا جذبہ محرکہ کیا ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم پر ایمان لانا تو عین ایمان ہے جس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں ہو سکتی لیکن جو لوگ احادیث کو تسلیم کیے بغیر دعوت الی القرآن کا نعرہ بلند کرتے ہیں وہ درحقیقت کلمۃ الحق ارید بھا الباطل کا مصداق ہے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں اصول و ضوابط تو ہیں مگر فروع اور ان کی تشریحات نہیں اور یہ امور حدیث کو ماننے سے ہی طے ہوتے ہیں۔ منکرین حدیث چاہتے ہیں کہ اجمال کو سامنے رکھ کر اپنی مرضی سے اس کی تشریح کریں اور حدیث ان کے اس باطل نظریہ کے سامنے سد سکندری ہے اس لیے وہ سرے سے حدیث کا انکار کرتے ہیں۔ ع ہو نہ جائے آشکار شعر پیغمبر کہیں

اور یہ ایک خالص حقیقت ہے کہ حدیث کی مخالفت آج وہی لوگ کر رہے ہیں جو دراصل اسلامی تہذیب و تمدن کے عادلانہ نظام کو یکسر توڑنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ اس کی تشریح اور تعینات کی حدود میں اپنی اہواء اور خواہشات کی پیروی کے لیے قطعاً" کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ لہٰذا انہوں نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ اس چیز کو ہی اصل سے مٹا دیا جائے جو مکمل طور پر اسلام کے عادلانہ نظام کی تشریح اور حد بندی کرتی ہے تاکہ وہ آزاد ہوجائیں اور اسلام کے ڈھانچے پر جس قدر اور جس طرح چاہیں گوشت پوست چڑھائیں اور جس طرح چاہیں اپنے خود ساختہ اسلام کی شکل بنادیں۔ الغرض احادیث کو کلیتہ" رد کر دینے سے عملاً" جو خامی اور خرابی واقع ہوتی ہے وہ بالکل عیاں ہے کہ انسان احکام جزئیہ میں رسالت کی بہترین رہنمائی سے محروم ہوجاتا ہے اور دین پر عمل کرنے کی تفصیلی صورتوں میں اپنے ناقص قیاس اور رائے کا دخل اس قدر بڑھ جاتا ہے کہ اس کے اصولی احکام کی اصل روح ضائع ہوجانے کا خوف پیدا ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں یہ خطرہ بھی یقیناً" موجود ہے کہ جب تفصیلات میں سرے سے کوئی سند ہی نہ ہوگی تو خواہ مخواہ انفرادیت اور خود پسندی راہ پائے گی۔ ہر شخص اپنے رجحان اور اپنی رائے کے مطابق جو صورت چاہے گا اختیار کرے گا اور کوئی اصولی قوت ایسی باقی نہیں رہے گی جو خواہشات سے پیدا شدہ تفرقہ، انتشار اور اختلاف عمل کو آخری حدود تک پہنچانے سے روک سکتی ہے۔

روایت بالمعنی کے نقلی و عقلی دلائل

جو شخص الفاظ کے مدلولات و مقاصد کو نہ سمجھتا ہو۔ یہ نہ جان سکتا ہو کہ عبارت کا منشاء کیا ہے۔ ایسے شخص کو بالمعنی روایت کرنا بالاتفاق جائز نہیں بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ شیخ سے جو الفاظ جس طرح سنے ہوں، بالکل ان الفاظ ہی کے ساتھ حدیث کو نقل کرے۔ گویا ایسا شخص روایت باللفظ کا پابند ہوگا۔ اکثر اصحاب حدیث و اصحاب فقہ و اصول کا مسلک یہی ہے۔ بعض

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جو حدیث روایت کرے خواہ کوئی بھی ہو اس کی روایت بالمعنی درست نہ ہوگی۔ البتہ رسول اللہ ؐ کی حدیث کے علاوہ دیگر اخبار کا نقل کرنا درست ہوگا۔ کیونکہ ہم صحابہ کرام میں یہ طریقہ موجود پاتے ہیں کہ چند صحابی ایک ہی واقعہ کو نقل کرتے ہیں لیکن حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہوتا ہے۔ تحدث بالمعنی کی جن اصحاب نے اجازت دی ان میں ابودرداء، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، عمرو بن دینار، عامر الشعبی، ابراہیم النخعی، ابن ابی نجیح، عمرو بن مرہ، سفیان بن عیینہ، یحیٰی بن سعید جیسی شخصیات شامل ہیں۔[^(8)] اور اس سلسلے میں ان حضرات کا موقف یہ تھا کہ خود قرآن کریم نے ایک ہی واقعہ کو باختلاف الفاظ متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ مگر بایں ہمہ ان میں معنی و مفہوم میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ اس لیے اگر احادیث کی روایت میں معنی و مفہوم کی یکسانی پیدا رہے تو الفاظ کا اختلاف کوئی مضرت پیدا نہیں کرتا۔[^(9)] قرآن حکیم سے بطور مثال کلام پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ میں کہیں "اسجدوا لا دم"[^(10)] ہے اور کہیں "فقعوا له سجدين"[^(11)]۔ ایسے ہی ایک موقع پر فرمایا "ابى ان يكون مع السجدين"[^(12)] اور دوسری جگہ "قال الم اكن لا سجد"[^(13)] اسی طرح ایک جگہ آتا ہے "قال اهبطا منها جميعا:"[^(14)] اسی مفہوم کو دوسری جگہ ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے۔ "قال اهبطوا منها جميعا"[^(15)] ایک موقع پر فرمان الٰہی ہے۔ "فاز لهما الشيطن"[^(16)] دوسری جگہ ہے "فوسوس اليه الشيطن"[^(17)]

حضرت نوح علیہ السلام کے واقعہ میں آتا ہے کہ "قلنا احمل فيها من كل زوجين اثنين"[^(18)] جبکہ دوسری جگہ "فاسلك"[^(19)] کے الفاظ آتے ہیں۔ ایک جگہ "لا اسئلكم عليه اجرا"[^(20)] دوسری جگہ "لا اسئلكم عليه مالا"[^(21)] مفہوم بعینہ ایک ہے الفاظ مختلف ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کے واقعہ میں ایک مقام پر " فارسلنا عليهم ريحا صرصرا في ايام نحسات"[^(22)] جبکہ ایک مقام پر "يوم نحس مستمر"[^(23)] ہے۔ ایک جگہ " وما كان ربك مهلك القرى"[^(24)] ہے۔ دوسری جگہ اسی مفہوم کو "ليهلك القرى"[^(25)] کے الفاظ میں بیان فرمایا۔ ایک مقام پر
"فاخذتهم الصيحة مصبحين"[^(26)] اور دوسری جگہ "فاخذتهم الصيحة مشرقين"[^(27)] آیا ہے۔ اسی طرح یہ بات مختلف مقامات پر الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ آئی ہے۔ "ولما بلغ اشده اتيناه حكما و علما"[^(28)] اور ایک مقام پر "اشده و استوى"[^(29)] کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الفاظ ہیں۔ اس طرح کہیں قرآن کریم میں "وجاء رجل من اقصا المدینة"(۳۰) اور کہیں "من اقصا المدینة رجل یسعی"(۳۱) آتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ مختلف الفاظ میں خود قرآن حکیم نے بیان کیا ہے۔ جیسے "فقال لا ھله امکثوا انی انست نارا ساتیکم منھا بقبس"(۳۲) اور دوسری جگہ "بخبر او جذوة من النار"(۳۳) آتا ہے اور ایک اور جگہ "بشھاب الفاظ آتے ہیں۔ اسی طرح ایک مقام پر "فاذا ھی حیة تسعی"(۳۴) آتا ہے تو دوسری جگہ "کانھا جان ولی (۳۵) اور تیسری جگہ "فاذا ھی ثعبان مبین(۳۶) آتا ہے۔ کہیں "اذھب الی فرعون" (۳۷) کسی جگہ "اذھبا الی فرعون"(۳۸) اور کہیں فقولا انا رسول ربک"(۳۹) اور کہیں "انا رسولا ربک"(۴۰) آتا ہے۔ کہیں "قال فات بھا" اور کہیں "فات بھا" آتا ہے۔ اسی طرح "قال القوا قال بل القوا"(۴۱) اور ایک مقام پر "و اما ان نکون اول من القی"(۴۲) اور دوسری جگہ "و اما ان نکون نحن الملقین"(۴۳)۔

یہ صرف چند ایک مثالیں پیش کی گئی ہیں کہ واقعہ ایک ہے الفاظ مختلف مگر معنی و مفہوم ایک ہی ہے۔

منکرین حدیث کی طرف سے حدیث کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے لیے نت نئے شوشے چھوڑے جاتے ہیں۔ کبھی یہ کہ حدیث ظنی چیز ہے اور ظنی چیز دین نہیں ہوسکتی۔ کبھی یہ کہ آپ نے کوئی مستند مجموعہ لکھ کر امت کے حوالے نہیں کیا۔ اگر حدیث حجت ہوتی تو آپ ضرور ایسا کرتے۔ کبھی یہ کہ آپ نے تو حدیث کے لکھنے ہی سے منع کر دیا تھا۔ اگر حدیث حجت ہوتی تو آپ منع کیوں کرتے۔ کبھی یہ کہ صحابہ کرام بالخصوص ابوبکرؓ عمرؓ حدیثوں کے اشد مخالف تھے حتیٰ کہ انہوں نے تو حدیث کے مجموعے ہی جلا ڈالے تھے اور حدیث بیان کرنے والوں پر کڑی نگرانی اور سخت پابندی عائد کردی تھی۔ کبھی یہ کہ خلافت راشدہ کی طرف سے تدوین حدیث کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا۔ کبھی یہ کہ حدیث دو اڑھائی سو سال کے بعد تدوین کی گئی لہٰذا اس کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔ کبھی یہ کہ صحاح ستہ وغیرہ کتب حدیث کے بیشتر مصنفین عجمی ہیں "کیا وجہ ہے کہ یہ خدمت عربی ادا نہ کرسکے؟' لہٰذا یہ عجمی سازش کا نتیجہ ہے۔ کبھی یہ کہ احادیث قرآن اور عقل کے خلاف ہیں لہٰذا یہ ناقابل اعتماد ہیں۔ کبھی یہ کہ احادیث کو تسلیم کر لینے کے بعد ہی امت کے اتفاق کا شیرازہ بکھر گیا ہے۔ اس لیے "حدیث سے تو توبہ ہی بھلی"(۴۴) بعض اوقات یہ باور کرایا جاتا ہے کہ حدیث ہمارے بدلتے ہوئے تقاضوں کو پورا نہیں کرتی اور ہمارے قرآنی زاویہ نگاہ اور بصیرت قرآنی پر کڑی پابندی لگاتی ہے اس لیے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ کبھی یہ کہ چونکہ یہ "

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ما انزل اللہ " کے خلاف ہے اس لیے اس کو تسلیم کر لینے سے انسان کافر، ظالم اور فاسق وغیرہ ہوجاتا ہے۔ (العیاذ باللہ) اور ایک اور اعتراض بھی بڑی دیدہ دلیری سے وارد کیا جاتا ہے اور بندہ اسی اعتراض کا اس مقالہ میں تحقیقی اور تنقیدی جائزہ پیش کر رہا ہے کہ "احادیث کی جس قدر کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں (بخاری و مسلم سمیت) ان میں ایک حدیث بھی ایسی نہیں جس کے متعلق یہ دعویٰ کیا جاتا ہو کہ اس کے الفاظ وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے۔ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ کوئی حدیث ایسی نہیں ہے جس کے الفاظ رسولؐ اللہ کے ہوں۔" "تمام احادیث روایات بالمعنی"[۴۵] ہیں۔ نیز ایک جگہ کہتے ہیں کہ احادیث کی جس قدر کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں، ان کے الفاظ رسول اللہ کے نہیں۔ یہ احادیث روایات بالمعنی ہیں۔"[۴۶]

اس مقالہ میں صرف اس اعتراض کو پیش نظر رکھتے ہوئے روایت بالمعنی کی شرعی حیثیت پر تحقیق پیش کی جائے گی۔ واضح رہے کہ یہ دعویٰ کرنا کہ تمام احادیث روایت بالمعنی ہیں، خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے۔ بلاشبہ بعض احادیث روایت بالمعنی کے طو رپر ہیں جہاں کوئی راوی " او کما قال" یا صرف حرف "او" یا "مثلہ"" یا "نحوہ" یا "بالمعنی" یا "والمعنی واحد" وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتا ہو (ایسی روایات کو اگر یکجا کر دیا جائے تو یہ بھی ایک علمی خدمت ہوگی) باقی ان کے علاوہ تمام احادیث کے الفاظ بھی وہی ہیں جو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمائے ہیں۔ خبرمتواتر میں قطعیت کے ساتھ اور خبرواحد میں ظنیت کے ساتھ۔ یہ کہنا بجا ہے کہ یہ آپ ہی کے الفاظ ہیں اور بلا کسی قوی عقلی اور نقلی دلیل کے ہر حدیث کے مروی بالمعنی ہونے کا دعویٰ قطعاً" مردود ہے اور وہ اس قابل ہے کہ

ع   اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

روایت بالمعنی کو نہ تو مطلقاً" مسترد کیا جاسکتا ہے اور نہ مطلقاً" اس کو تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ محدثین نے اس کے لیے کڑی شرائط لگائی ہیں۔ ان شرائط کے قبول و عدم قبول کی بنا پر اس میں تقریباً" آٹھ مذاہب ہیں۔ لہٰذا نفس مسئلہ کے مالہ و ماعلیہ کا سمجھنا بہت ضروری اور اہم ہے۔ اہل اصول کا اجماعی مسئلہ ہے کہ روایت بالمعنی ایسے شخص کے لیے جائز ہے جو الفاظ کے معانی و مفاہیم سے پوری طرح واقف ہو اور جو ایسا نہیں ہے اس کے لیے قطعاً" ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ تدریب الراوی میں ہے[۴۷]ان لم یکن عالما بالفاظ و مقاصدھا خبیرا بما یحیل معانیھا لم تجز له الراویة بالمعنی بلا خلاف بل تیعین اللفظ الذی سمه . . . .[۴۸] جبکہ جمع الجوامع میں مذکور ہے "من العلماء منھم الائمة

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الاربعة على جواز نقل الحديث بالمعنى للعارف بمدلولات الالفاظ او مواقع الكلام بان ياتى بلفظ بدل اخر مساوله فى المراوضه و فهمه لان المقصود المعنى واللفظ آلة له اما غير العارف فلا يجوز تغيير اللفظ قطعا . . . . . . [49] اسی سے ملتے جلتے الفاظ المستصفی میں ہیں۔ "نقل الحديث بالمعنى دون اللفظ حرام على الجاهل بمواقع الخطاب و دقائق اللفظ . . . . . [50] ارشاد طلاب الحقائق الی معرفۃ سنن خیرالخلائق میں ہے' الخامس ازا اراد رواية ما سمعه بمعناه دون لفظه فان لم يكن عالما بالالفاظ و مقاصدها [51]

حاصل کلام یہ ہے کہ نقل بالمعنی کے جواز عدم جواز کے بارے میں چند ایک اقوال ہیں:

☆ جو الفاظ کے معنی جانتا ہو اس کے لیے نقل بالمعنی جائز ہے اور جو نہ جانتا ہو اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ امام مالک' شافعی' احمد بن حنبل' حسن بصری اور اکثر ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ ناقل جب الفاظ کی دلالت اور ان کے مواقع کے اختلاف کو نہ جانتا ہو تو اس کے لیے روایات بالمعنی حرام ہے۔ اگر جانتا ہو تب بھی روایت باللفظ اولیٰ ہے اگرچہ نفس جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔ "و قال جمهور العلماء مراعاة اللفظ اولٰی و يجوز النقل بالمعنى بسند حسن الضبط[52]۔

☆ بعض شوافع حضرات سے منقول ہے کہ جن الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں ان میں نقل بالمعنی جائز ہے اور جن میں تاویل کی گنجائش ہے ان میں روایت بالمعنی جائز نہیں اور "ارشاد طلاب الحقائق" میں امام جریر طبری کا یہی قول منقول ہے۔[53] بعض علماء کا یہ بھی قول ہے کہ اوامر و نواہی میں نقل بالمعنی جائز اور اخبار میں جائز نہیں۔ اس اعتبار سے احناف سنت کو پانچ قسموں میں تقسیم کرتے ہیں:

۱۔ محکم جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو۔
۲۔ ظاہر' جس میں تاویل کا احتمال ہو۔
۳۔ مشکل و مشترک
۴۔ مجمل و متشابہ
۵۔ جوامع الکلم۔

پہلی تین میں احناف کے ہاں نقل بالمعنی جائز بشرطیکہ قائل وجوہ لغت میں بصیرت رکھتا ہو۔ دوسری قسم میں فقیہ اور مجتہد کے لیے جائز اور غیر فقیہ کے لیے نہیں۔ باقی تمام اقسام میں نقل بالمعنی جائز نہیں۔ چنانچہ امام محمد کی فقہ کے جامع علامہ سرخسی اپنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کتاب اصول السرخسی میں فرماتے ہیں "الخبر اما ان یکون محکما له معنی واحد معلوم بظاہر المتن او یکون ظاہرا معلوم المعنی بظاهره علی احتمال شئی اخر کالعام الذی یحتمل الخصوص و الحقیقة التی تحمل المجاز او یکون مشکلا اویکون مشترکا ..... او یکون مجملا .... او یکون متشابها او یکون من جوامع الکلام ..... (۵۴) اور تدریب الراوی میں ہے "فان کان عالما بذالک فقالت طائفة من اصحاب الحدیث والفقه والا صول لا یجوز بلفظه ....(۵۵) ابن سیرین، ثعلب، ابوبکر رازی اور عبداللہ بن عمرؓ کا یہی موقف ہے۔

اگرچہ بعض حضرات حدیث کے علاوہ اس اجازت کے قائل ہیں مگر حدیث رسول اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں "ولم یجز فیه" لیکن جمہور سلف خلف جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں کے نزدیک حدیث و غیر حدیث سب میں روایت بالمعنی جائز ہے۔ بشرطیکہ معنی میں کسی قسم کا احتمال مجاز وغیرہ کا نہ ہو۔ صحابہؓ سے اس سلسلہ میں روایات آتی ہیں اور ایک ایک واقعہ کو مختلف الفاظ میں بیان کرتے ہیں جن الفاظ کا معنی ایک اور واحد ہوتا ہے۔(۵۶) اور طبرانی، معرفتہ الصحابہ میں ابن مندہ کے حوالہ سے عبداللہ بن سلیمان بن اکتمة اللیثی کی سند سے ایک مرفوع روایت آتی ہے۔ "قال قلت یا رسول اللہ انی اسمع منک الحدیث لا استطیع ان اودیه کما اسمع منک یزید حرفا او ینقص حرفا" فقال "اذا لم تحلوا حراما ولم تحرموا حلا لا و اجتم المعنی فلا باس"(۵۷) حسن بصری فرماتے ہیں۔" لو هذا ما حدثنا" امام شافعی نے ایک حدیث اسی سلسلہ میں "کتاب الام" میں درج فرمائی ہے۔(۵۸) انزل القران علی سبعة احرف فاقرء وا ما تیسر منه" اور اس پر تبصرہ کرتے ہیں اور استدلال کی وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے بندوں پر شفقت کرتے ہوئے سات قراتوں پر نازل فرمایا اور مختلف الفاظ سے پڑھنے کی اجازت دی۔ بشرطیکہ معنی مختلف نہ ہو تو یہ اجازت غیر کتاب اللہ میں بدرجہ اولٰی ہے۔" "مالم یحل معناه"(۵۹) بیہقی نے مکحول سے روایت بیان کی ہے۔ قال : دخلت انا وابوالازهر علی واثلة بن الاسقع فقلنا له: یا ابا الاسقع حدثنا بحدیث سمعته من رسول اللہ صلی اللّٰه علیه وسلم لیس فیه و هم ولا مزید ولا نسیان، فقال : هل قرا احدکم من القران شئیا، فقلنا : نعم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وما نحن له بحافظين جدا، انا لنزيد الواو و الالف و ننقص، قال: فهذ القران مكتوب بين اظهر كم لا تالو نه حفظا و انتم تزعمون انكم تزيدون و تنقصون فكيف با حاديث سمعنا ها من رسول الله صلى الله عليه وسلم عسى ان لا نكون سمعنا ها منه.الا مرة واحدة "حسبكم اذا حدثناكم بالحديث على المعنى" اور حضرت جابر بن عبداللہ سے "المدخل"[٦٠] میں روایت آتی ہے۔ "قال حذیفة انا قوم عرب نردد و الا حا دیث فنقدم و توخر" "حضرت شعیب بن الحجاب سے روایت آتی ہے کہ میں اور عیدان حسن بصری کے پاس آئے اور کہا اے ابو سعید ایک آدمی حدیث بیان کرتا ہے اس سے کمی بیشی ہوجاتی ہے فرمایا: "انما الکذب علی من تعمد ذلک" اور حضرت جریر بن حزم فرماتے ہیں کہ حضرت حسن احادیث بیان کرتے لیکن "الا صل واحد و الکلام مختلف"۔

ابن عون فرماتے ہیں کہ حسن بصری ابراہیم شعبی روایت بالمعنی بیان کرتے جبکہ قاسم بن محمد ابن سیرین رجاء بن حیوہ الفاظ حدیث ہی بیان کرتے۔ امام زہری بھی حدیث بالمعنی کے قائل بشرطیکہ معنی اور مفہوم متحد ہو۔ نیز سفیان بن عیینہ عمر بن دینار بھی حدیث بالمعنی کے قائل جبکہ ابراہیم میسرو الفاظ حدیث کے قائل ہیں اور حضرت وکیع فرماتے ہیں "ان لم یکن المعنی و اسعا فقد هلک الناس"[٦٠] اور ابو بکر حصاص فرماتے ہیں کہ قوی ترین دلیل "اجماع" ہے کہ عارف اور ماہر کے لیے شریعت کی تعبیر دوسری زبان میں جائز ہے تو عربی میں لفظ کا معنی بیان کرنا تو بدرجہ اولٰی جائز ہے۔ اور ابن العربی کہتے ہیں کہ اگر اس کی اجازت عام دے دی جائے تو حدیث کا مضبوط ذریعہ ختم ہوجائے گا اور حدیث سے اعتماد ختم ہوجائے گا کیونکہ حدیث میں دو خصوصیات پائی جاتی ہیں، فصاحت و بلاغت اور اقوال نبی و افعال نبی کا مشاہدہ۔

ابن صلاح حدیث میں نقل بالمعنی کی اجازت نہیں دیتے اور بیہقی نے امام مالک سے بھی یہی روایت کیا ہے بلکہ آپ اس حد تک فرماتے ہیں باء - یاء - ثاء کی حفاظت کرنا ضروری ہے۔ یہی موقف خلیل بن احمد کا ہے۔ حدیث میں آتا ہے "رب مبلغ اوعی من سامع"[٦١] روایت بالمعنی سے یہ پہچان ختم ہوجاتی ہے۔ البتہ علامہ ماوردی فرماتے ہیں کہ اگر راوی الفاظ بھول گیا ہو اور مفہوم و معنی یاد ہو تو معنا روایت کرسکتا ہے تاکہ اس طرح احکام ضائع نہ ہوجائیں۔ البتہ اگر الفاظ راوی بھولا نہ ہو تو بعینہ الفاظ روایت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرے کیونکہ جو فصاحت حدیث کے الفاظ میں ہوتی ہے دوسرے الفاظ میں نہیں ہوسکتی۔ بعض اس کے برعکس کہتے ہیں کہ اگر لفظ حدیث یاد ہو تو ایسا راوی بالمعنی حدیث بیان کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس کو تعبیر پر قدرت تامہ حاصل ہے۔(۶۲) اور خطیب بغدادی (۶۳) سے آتا ہے کہ حدیث کا تعلق کسی عمل سے نہ ہو بلکہ علم سے ہو بالمعنی بیان کی جاسکتی ہے جبکہ عمل والی روایت بالمعنی بیان نہیں کی جاسکتی۔

علامہ قاضی عیاض(۶۴) کا قول ہے کہ روایت بالمعنی کا باب اب بالکل مسدود کر دینا چاہئے تاکہ ناواقف شخص جس کو واقفیت کا دعویٰ ہو۔ روایت بالمعنی پر جرات نہ کرسکے۔

یہ ساری بحث جواز و عدم جواز کے متعلق تھی مگر اولیٰ و انسب یہی ہے کہ جس کو الفاظ حدیث محفوظ ہوں اس کو بلا تصرف حدیث روایت کرنی چاہئے بشرطیکہ الفاظ عبادت کی ادائیگی کے لیے نہ ہوں۔ علامہ زرکشی نے اس کی وضاحت کی ہے اور علامہ عراقی کے کلام سے بھی یہی مفہوم ہوتا ہے۔ جیسے الفاظ استفتاح، تشہد، ادعیہ ماثورہ، احادیث صفات جوامع الکلام مثلاً انمال الاعمال بالنیات، من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ ۔ الحرب خدعة ۔ الخراج بالضمان ۔ العجماء جبار ۔ البینہ علی المدعی۔وغیرہ۔(۶۵) کو روایت بالمعنی کرنا جائز نہیں۔ صحابہ، تابعین، ائمہ مجتہدین میں بہت سے اکابر کا مذہب روایت باللفظ کا ہے اور اس کی دلیل جیساکہ اس سے قبل اشارہ کیا جاچکا ہے کہ اگر راوی نے الفاظ رسول بعینہٖ محفوظ رکھے ہیں تو جو فصاحت و بلاغت اور جامعیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ہے، وہ دنیا کے کسی کلام میں نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ارباب لغت الفاظ کی تحقیق میں جس طرح اشعار عرب اور قرآن کریم سے استدلال و استشہاد پیش کرتے ہیں اسی طرح احادیث نبوی سے بھی کرتے ہیں۔ صحاح، جوہری، لسان العرب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

ائمہ لغت میں سے جن پر آج ہماری عربی زبان کا دارومدار ہے ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں ہے جس نے احادیث کو باقاعدہ حاصل نہ کیا ہو یا اس کی کسی حیثیت سے خدمت نہ کی ہو۔ زبان و ادب و لغت کے اعتبار سے حدیث کا کیا درجہ ہے۔ اس کے لیے البیان و التبیین للجاحظ، علامہ مصطفیٰ رافعی کی کتاب اعجاز القرآن(۶۶) مصری عالم سید محمود شاکر کا بلاغت نبوی سے متعلق ایک مقالہ المقتطف میں چھپا تھا۔(۶۷) اس میں احادیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاغت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے انتہائی بلند مرتبہ پر ہے جس تک پہنچنے کی کوشش میں لوگوں کی گردنیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ویسے روایت بالمعنی کا احادیث میں حصہ بہت کم ہے۔ صحیحین اور موطا امام مالک پڑھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے اندر روایت باللفظ کا زیادہ حصہ موجود ہے۔ کیونکہ ایک صاحب ذوق آدمی ان احادیث کو پڑھ کر خود محسوس کر سکتا ہے کہ ان میں جو شان کلام پائی جاتی ہے وہ اپنے قائل کی بلند شخصیت کا صاف پتہ دے رہے ہیں۔ کم تر شخصیت کے لوگوں کی زبان اس سے اتنی مختلف ہوتی ہے کہ دونوں کا فرق کسی ناقدانہ بصیرت رکھنے والے سے چھپ نہیں سکتا۔

اس کے ساتھ یہ بات واضح ہو کہ یہ اختلاف حدیث کے معرض تحریر میں آنے سے پہلے پہلے ہے۔ معرض ضبط و تحریر میں آنے کے بعد تصنیف میں تبدیلی نہیں کرسکتے۔ کیونکہ روایت بالمعنی کی اجازت الفاظ کے ضبط نہ رہنے کی بنا پر تھی۔ لیکن جب الفاظ ضبط میں آگئے تو اس میں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ اسی بنا پر ایسے موقع پر راوی کے لیے ضروری ہے کہ روایت کے آخر میں "او کما قال" ' او نحو' "او تشبهه" یا اس مفہوم پر ملتے جلتے الفاظ کہہ دے۔ بعض صحابہ سے اس طرح روایات آتی ہیں مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سنن دارمی' سنن ابن ماجہ' مسند احمد بن حنبل' مقدمہ الکامل' عمرو بن میمون الاودی کے طریقہ سے اور محدث الفاصل میں عبدالرحمٰن بن یزید کے واسطہ سے اور کفایہ' جامع بیان العلم میں مسروق کے واسطہ سے ہے کہ روایت کے وقت آپ کی آنکھیں نمدار ہوجاتیں' رگیں پھول جاتیں۔ فرماتے "او مثله' او نحوه' او شبیه به" اور حضرت ابو درداء کے متعلق دارمی' کفایہ' جامع بیان العلم' ربیعہ بن یزید کے حوالہ سے اور محدث فاصل میں عاصم بن رجاء کے توسط سے ہے کہ او نحوہ' او شبیہ بہ کے الفاظ فرماتے۔[۶۸] اور حضرت انس بن مالک سے دارمی' ابن ماجہ' مسند احمد' مقدمہ الکامل اور محدث الفاصل' جامع بیان العلم میں ابن عون عن محمد بن سیرین عن انس کہ روایت سے فراغت کے بعد فرماتے ہیں...... "او کمال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"۔[۶۹]

قاضی عیاض نے امام مالک کا ایک قول روایت بالمعنی کے بارے میں کراہیت کا نقل کیا ہے کہ حدیث نبوی میں یہ طریقہ مکروہ ہے لہٰذا الفاظ کو ذکر کرنا حتی الامکان اولیٰ ہے اور خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ منکرین بروایۃ المعنی اپنے موقف میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ شریعت میں کچھ ایسے الفاظ ہیں جن میں االفاظ مقصود ہوتا ہے اور معنی بھی جیسے ادعیہ ماثورہ' تکبیر' تشہد' اذان اور شہادت۔ لہٰذا لفظاً و معنی دونوں کا لحاظ کرتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے بیان کرنی چاہئے لیکن خطیب بغدادی نے ان کا رد کیا ہے۔ چنانچہ الماع' اختصار العلوم الحدیث' الکفایة' فتح المغیث میں تفصیل موجود ہے۔(۷۰)

علامہ سخاوی نے ایک خاص مذہب کو بیان کیا ہے جس کا ذکر آپ نے علامہ طاہر الجزائری نے بالدلائل بیان کیا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح المغیث' توجیہہ النظر اور امام ابن حزم نے اپنی مشہور کتاب "کتاب الاحکام" میں بڑی اچھی اور نفیس بحث کی ہے۔(۷۱) علامہ ابن الصلاح نے امام شافعی کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ واقعات کے بیان میں الفاظ کا تغیر کوئی نقصان نہیں دیتا بشرطیکہ معنی اور مقصد ایک ہو اور صحابہ سے یہ سب منقول ہے۔ کیونکہ ان کا اعتماد معنی پر ہوتا تھا نہ کہ زیادہ تر الفاظ پر اور اس کی گنجائش بیان کرتے ہوئے امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں جن بزرگوں سے ملا اور اس بارے میں پوچھا تو میں نے ان کو معنی پر متفق پایا اور الفاظ کے بارے میں مختلف ۔ اور امام شافعی نے "انزل الکتاب علی سبعة احرف" کو بھی دلیل بنایا ہے۔ جس پر بحث باحوالہ گزر چکی ہے۔

کسی تصنیف سے اگر الفاظ نقل کیے جائیں تو ان میں تبدیلی کو ابن دقیق العید جائز قرار دیتے ہیں جبکہ عراقی نے ان کا رد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تصنیف میں ہم تبدیلی نہیں کرسکتے خواہ ان کی تصنیف ان سے باہم اپنی تصنیف میں نقل کرلیں۔(۷۲)اپنی مشہور کتاب "المستصفی" میں فرماتے ہیں "نقل الحدیث بالمعنی دون اللفظ حرام علی الجاهل بمواقع الخطاب و دقائق الالفاظ"(۷۳) البتہ جومحتمل' غیرمحتمل' ظاہر' اظہر' عام' اعم میں فرق کر سکتا ہو اور عالم ماہر ہو تو امام شافعی' امام مالک' ابو حنیفہ اور جمہور فقہاء جائز قرار دیتے ہیں کہ روایت بالمعنی بیان کر سکے اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ لفظ مترادف باہم معنی لفظ سے تبدیل کر سکتے ہیں جیسے قعود' جلوس کے ساتھ' علم' معرفہ کے ساتھ اور استطاعت' قدرت کے ساتھ اور ابصار کو احساس بالبصر کے ساتھ حظر کو تحریم سے اور اسی طرح کے تمام الفاظ جن کے بارے میں کوئی شک و شبہ نہ ہو اور کوئی فرق بھی الفاظ میں نہ ہو اور معانی میں بھی۔ جب دوسری زبان میں وضاحت کی جاسکتی ہے اور معانی و مفاہیم کو سمجھایا جاسکتا ہے تو عربی کو عربی میں کیوں نہیں کیا جاسکتا۔ اور اس کی مثال آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے سفیر ہیں جو آنحضورؐ کا تحریری پیغام لیکر جاتے اور ان کی زبان میں وہ پیغام پہنچاتے ' اسی طرح ایک صحابیؓ نے آنحضورؐ سے شہادت سنی اور دوسرے تک اس کی زبان میں پہنچاتا ہے تو جائز کیوں نہیں ہوسکتا؟ کیونکہ الفاظ ہی مقصد نہیں ہوتا بلکہ معنی و مفہوم ہی مقصد ہوتا ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

البتہ وہ مخصوص الفاظ جو عبادت کی ادائیگی میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس میں الفاظ ہی مقصود ہوتے ہیں نہ کہ معنی و مفہوم، جیسے اذان، تکبیر، تشہد وغیرہ کے الفاظ۔ باقی آنحضورؐ کا فرمان[۷۴] "نضر اللہ امرء سمع مقالتی فو عاھا کما سمعھا فرب مبلغ اوعی من سامع و رب حامل فقه لیس بفقیه و رب حامل فقه الی من هو افقه منه" یہ روایت بالمعنی کے مخالف نہیں کیونکہ اس میں علت مذکور ہے کہ سمجھ بوجھ میں لوگ مختلف ہوں تو روایت بالفاظ ہی کیا جائے البتہ جن مترادف الفاظ کے سمجھنے میں علماء متفق ہوں تو وہاں روایت بامعنی جائز ہے۔ یعنی ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔[۷۵] (المستفی من علم الاصول)۔

عقلی طور پر یہ سوچنے کی بات ہے کہ اگر کسی قرآنی حکم پر عمل کرنے کا طریقہ مختلف الفاظ میں بتایا جائے اور معنی ان تمام الفاظ کے ایک ہی ہوں تو قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ متعین ہوگیا جیسے وحی خفی نے اس کو متعین کیا تھا۔ اگر کسی کام کا طریقہ متعین ہوجائے تو اس سلسلہ میں الفاظ کے تعین کا اصرار لغو ہوتا ہے۔ علم کیمیاء کی کتابیں (مثلاً) دیکھئے کہ ایک ہی گیس کی تیاری کے لیے ہر کتاب والا ایک ہی طریقہ بیان کرتا ہے لیکن ہر ایک اپنے الفاظ میں۔ تو کیا اس صورت میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ ہر کتاب والے کے الفاظ علیحدہ علیحدہ ہیں، لہٰذا یہ طریقہ قابل اعتماد نہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ وہ طریقہ قابل عمل اور قابل اعتماد ہوگا اور اس کو کسی بھی کتاب سے اخذ کیا جاسکتا ہے اور اس کے متعلق یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہی وہ طریقہ ہے جو اس سلسلہ میں بانی اول سے متواتر منقول ہے۔

یہاں یہی مطلوب ہے نہ کہ الفاظ اور طریق بیان۔ اب رہی یہ بات کہ کیا قولی حدیث من و عن محفوظ ہے یا نہیں؟ تو ظن کی حد تک اس حدیث کو جس کی "متنا" صرف ایک سند ہے، تسلیم کریں گے لیکن جہاں دو دو، چار چار، دس دس اور بیس بیس بلکہ اس سے بھی زیادہ سندیں ہوں اور الفاظ مشترک ہوں تو پھر ظن غالب نہیں بلکہ یقین ہوگا کہ واقعی یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا ہوئے ہیں اور اس قسم کی بہت سی احادیث بخاری و مسلم اور موطا امام مالک میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ کسی راوی کا یہ منشاء نہیں ہوتا کہ بس مفہوم ادا کردو، بس اس سے حق ادا ہوگیا بلکہ سو فیصدی ہر راوی اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ وسلم کے اصل الفاظ ہی روایت کیے جائیں حتیٰ کہ اگر کسی کو دو ہم معنی الفاظ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شک ہوتا ہے کہ ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کون سا لفظ فرمایا تھا تو وہ دونوں الفاظ کا ذکر کر دیتا ہے اور یہ صاف بتا دیتا ہے کہ مجھے ان دونوں لفظوں کے معاملہ میں شک ہوگیا ہے۔ کتب حدیث پڑھنے والے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ جہاں ہم معنی لفظوں کے سلسلے میں اتنی سختی اور تشدد ہو وہاں دوسرے الفاظ کے لیے نرمی' تساہل' مداہنت کا پایا جانا محال ہے۔

روایت بالمعنی راوی کبھی اضطراری طور پر ادا کر دیتا ہے لیکن اپنے اختیار اور امکان کی صورت میں روایت بالمعنی سے احتراز ہی نہیں بلکہ کراہت کرتا ہے۔ پھر اگر کسی راوی میں روایت بالمعنی کی ذرا سی عادت پائی جاتی ہے تو محدثین اس کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں اور متن حدیث کی چھان بین میں لگ جاتے ہیں اور اس طرح تحقیق و تفتیش کے بعد حدیث کے اصل متن کو صحیح حدیث کی شکل میں امت کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد حنیف ندوی نے اس سلسلے میں بڑی اچھی معلومات فراہم کی ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صحابہ' تابعین اور ان کے اتباع کی عادت میں یہ بات داخل تھی کہ بالعموم آنحضرت ﷺ کے ارشادات' اعمال یا تقریرات کو من و عن بیان کیا جائے اور اپنی طرف سے اس میں کسی حذف یا اضافہ سے کام نہ لیں۔ بعض تو اس بارے میں اس درجہ احتیاط و تورع سے کام لیتے تھے کہ نہ صرف حرف بلکہ کلمہ کی تبدیلی کو ناجائز سمجھتے تھے۔ بلکہ ان کے ہاں یہ بھی درست نہ تھا کہ روایت میں جو الفاظ جس ترتیب سے وارد ہوئے ہیں ان میں کسی طرح کی تقدیم و تاخیر کو روا رکھا جائے۔ حضرت عمرؓ سے مروی ہے۔ "من سمع حدیثا فحدث بہ کما سمع فقد سلم"

عبداللہ بن عمرؓ[٧٦] سے روایت ہے کہ انہوں نے وہ حدیث بیان کی جس میں اسلام کے ارکان خمسہ کا ذکر ہے۔ اس کو ایک شخص نے سنا لیکن جب اس کو دہرایا تو اس کی ترتیب کو قائم نہ رکھ سکا جو حدیث میں مذکور تھی۔ عبداللہ بن عمر نے اس پر فوراً ٹوکا اور بتایا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ اس ترتیب سے آئے ہیں۔ رواۃ حدیث میں بعض حضرات یہ بھی گوارا نہیں کرتے تھے کہ حدیث میں اگر ایک لفظ مشدد آیا ہے تو اس کو لفظ خفیف سے بدل دیں۔

کچھ حضرات مزید احتیاط سے کام لیتے اور اس وقت تک مطمئن نہ ہوتے جب تک سننے والا حدیث کے الفاظ کو قلمبند نہ کر لے۔ محمد بن عمرو اپنے سامعین سے کہا کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"لا احدثكم حتی تکتبوه" ابن عمر کا بیان ہے کہ میں نے تین اشخاص کو دیکھا جو روایت کے معاملہ میں اس بات کے قائل تھے کہ اس میں الفاظ و حروف کی تبدیلی نہیں ہونی چاہئے۔ قاسم بن محمد کو حجاز میں، محمد بن سیرین کو بصرہ میں اور رجاء بن حیوہ کو شام میں۔(۷۷) ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ حجاز کے محدثین یعنی ابن شہاب، یحییٰ بن سعید اور ابن جریج بھی اسی زمرے میں داخل ہیں جو الفاظ و حروف کو من و عن بیان کرنے کے قائل ہیں۔ مالک بن انس کا بھی یہی مسلک تھا کہ روایت میں الفاظ، حروف اور ترتیب کو بہرحال قائم رکھا جائے اور اس میں کسی نوع کے تغیر کو روا نہ رکھا جائے۔ یہ روایت باللفظ کی صورت ہے۔(۷۸)

اکثر روایات میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، الفاظ و حروف کو بعینہٖ قائم رکھا گیا ہے۔ یا باللفظ بیان کیا گیا ہے۔ اس کی تائید اس حقیقت سے ہوتی ہے کہ صحابہؓ و تابعینؒ میں بعض حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ایسا قوی اور غیر معمولی حافظہ بخشا تھا کہ ان کو الفاظ و حروف کے حفظ میں کوئی زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔ ان کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ جب یہ احادیث سن لیتے تو یہ لوح قلب پر آپ سے آپ مرتسم ہوجاتیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ ہی کو دیکھ لیجئے ان کی مرویات و احادیث کا دائرہ کس قدر وسیع ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے ابن ابی ربیعہ کا قصیدہ جو اسی(۷۹) اشعار پر مشتمل ہے، ایک ہی بار سن کر یاد کر لیا تھا۔ زید بن ثابت نے نہ صرف بلوغت سے قبل ہی قرآن کریم کا بیشتر حصہ حفظ کر لیا تھا بلکہ آپ کے متعلق یہ بھی مروی ہے کہ سترہ دن میں عبرانی زبان بھی سیکھ لی تھی۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ حفظ و ذکاء کے معاملہ میں نمونے کی حیثیت رکھتی تھیں اور اس کی متعدد مثالیں تاریخ و حدیث کی کتب میں ملتی ہیں۔ تابعین میں نافع، ابن شہاب زہری، عامر الشعبی اور قتادہ بے نظیر حافظہ کے مالک تھے۔

یہ صحیح ہے کہ روایات میں بسا اوقات مختلف طرق میں الفاظ و حروف کے اختلاف کا پتہ چلتا ہے لیکن ان کا زیادہ تر تعلق اخبار و روایت سے ہرگز نہیں جو تعبدیات یا جوامع الکلام کے زمرے میں شمار ہوتی ہیں۔ بلکہ ان روایات سے ہے جن میں کبھی واقعہ یا مشاہدہ کو اپنے ہی الفاظ کا جامہ پہنانا درست ہوتا ہے۔ اس لیے ان مرویات میں محض الفاظ یا پیرائیہ بیان کے اختلاف کو مستعبد یا غیر طبعی نہیں قرار دیا جاسکتا۔

ان تصریحات کے پہلو بہ پہلو ایسی روایات بھی پائی جاتی ہیں جن کو روایت بالمعنیٰ سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ صحابہ اور تابعین میں بعض حضرات نے اس بات میں کوئی مذائقہ نہیں سمجھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مفہوم و معنی بیان کرنے میں الفاظ کی پابندی نہ کی جائے۔ لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جب ضرورت اس کی مقتضی ہو۔ مثلاً یہ کہ انہیں یقین کے ساتھ یاد نہ رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹھیک ٹھیک الفاظ کیا تھے۔ اس کے ساتھ وہ اس امر کی طرف یہ کہہ کر اشارہ بھی کر دیتے تھے کہ شاید آنحضور ﷺ نے یہ الفاظ استعمال فرمائے یا اس سے ملتا جلتا پیرایہ بیان اختیار کیا۔ مختلف صحابہ اور ان کے بیان کردہ الفاظ کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

بعض صحابہ روایت بالمعنی کو جائز قرار دیتے تھے۔ اس کی تائید عروہ بن زبیر کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے مجھ سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میری مرویات لکھ لیتے ہو۔ عروہ بن زبیر نے کہا جی ہاں۔ میں آپ سے بھی سنتا ہوں اور دوسرے اصحاب سے بھی اور پھر اس حدیث کو قلمبند کر لیتا ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے پوچھا کہ میری روایات اور دوسروں کی روایت میں معنی و مفہوم کا اختلاف تو نہیں پایا جاتا؟ عرہ نے کہا جی نہیں۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے کہا "لا باس بذلک" اس صورت میں حدیث بیان کرنے میں کوئی مذائقہ نہیں۔ اس بارے میں اس سے بھی واضح یہ روایت ہے۔ محمد بن سیرین فرماتے ہیں "انما سمعت الحدیث عن عشرة کلمة تختلف فی اللفظ و المعنی واحد" میں اکثر ایک ہی حدیث دس اصحاب سے سنتا۔ سب کا پیرایہ بیان اگرچہ مختلف ہوتا مگر معنی و مفہوم میں فرق نہ پایا جاتا۔ تحدث بالمعنی کی جن اصحاب نے اجازت دی ان میں عبداللہ بن مسعودؓ، ابو درداءؓ، انس بن مالکؓ، عمرو بن دینارؒ، عامر الشعبی، ابراہیم الثقفی، ابن ابی نجیح، عمرو بن مرہ، سفیان بن عیینہ اور یحییٰ بن سعید شامل ہیں۔

اس سلسلہ میں ان حضرات کا موقف یہ تھا کہ خود قرآن حکیم نے ایک ہی واقعہ کو باختلاف الفاظ متعدد جگہ بیان کیا ہے مگر بایں ہمہ ان میں معنی و مفہوم میں کوئی تضاد نہیں پایا جاتا۔ مختصراً گفتگو اس سے قبل گزری۔ احادیث کی روایت میں معنی و مفہوم کی یکسانی قائم رہے تو الفاظ کا اختلاف کوئی مضر نہیں۔ اور المستصفی کے حوالہ سے بات گزر چکی کہ سفیر رسائل و خطوط کو ان لوگوں کی زبان ہی میں پیش کرتے جن سے مخاطب ہوتے۔

اور روایت بالمعنی سب کے لیے جائز نہیں البتہ صحابہ کو بلاشبہ یہ رعایت حاصل تھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیونکہ وہ آنحضورؐ کی محنت اور اسلام کی روح سے پوری طرح آشنا تھے اور احکام و مسائل کے پس منظر کو اچھی طرح جانتے تھے۔ مگر صحابہ کے علاوہ دیگر کے لیے چند ایک شرائط کا تعین کیا گیا ہے۔ چنانچہ الرا مہرمزی کا کہنا ہے کہ امام شافعی نے اس محدث یا راوی کو روایت بالمعنی کی اجازت دی ہے جو دین میں ثقہ ہو' سچائی اور صدق میں مشہور ہو' عاقل ہو اور زبان کے تیور پہچانتا ہو تاکہ معنی و مفہوم کو ادا کرنے کے لیے وہ جو الفاظ منتخب کرے ان کو کسی غلط محمل پر محمول نہ کیا جاسکے۔

الماوردی کا قول ہے "ان نسی اللفظ جازلا نه تحمل اللفظ و المعنی فعجز عن اداء احدهما فیلزمه اداء الآخر لا سیما ان ترکه قد یکون کتم الاحکام فان لم ینسه لم یجز ان یوده لغیره لان فی کلا مه من الفصاحة ما لیس فی غیره" اگر راوی روایت میں سے کوئی بھول جائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ اس کے بجائے دوسرا لفظ استعمال کرے۔ اس لیے کہ اس نے حفظ کے سلسلے میں لفظ و معنی دونوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ لیکن ان کا ایک حصہ چونکہ ذہن کی گرفت سے نکل گیا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ اس کے مترادف دوسرا لفظ استعمال کرے ورنہ کتمان حق کا اندیشہ ہے۔ اور اگر وہ اصل لفظ کے بجائے دوسرا لفظ استعمال کرے تو آنحضرت ﷺ کے کلام میں جو خصوصیات اور فصاحت پائی جاتی ہے۔ وہ دوسروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں "ولا شک اشتراط ان یکون مما تعبد باللفظ و عندی یشرط ان لا یکون من جوامع الکلام" یعنی روایت بالمعنی کے جواز کے بارے میں جو یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ اس کے الفاظ تعبدیات سے متعلق نہ ہوں یہ صحیح ہے۔ لیکن میرے نزدیک اس چیز کو بھی شرط قرار دینا چاہئے کہ روایت آنحضرت ﷺ کے حکیمانہ اور جامع کلمات پر مشتمل نہ ہو۔ اس کی مثالیں گزر چکی ہیں۔ ظاہرا" یہ بحث اپنے موضوع کے اعتبار سے سراسر فنی ہے ۔ دونوں مدرسہ فکر کے حامل حضرات ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنے دور میں اشاعت سنت کی بھرپور کوشش کی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ صحابہؓ' تابعینؒ' تبع تابعینؒ کی مخلصانہ جدوجہد کا یہ ثمرہ ہے کہ احادیث رسول کا بہت بڑا ذخیرہ آئندہ نسلوں تک پہنچا اور زندگی کا دستور العمل قرار پایا تو اس میں قطعی مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔ بلکہ یہ اسلامی تاریخ اور شعور کی ترجمانی ہوگی۔

اب جبکہ یہ قیمتی ذخیرہ صحاح ستہ وغیرہ میں پوری طرح احتیاط اور چھان بین کے بعد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عہد بہ عہد منتقل ہوا ہے اور تدوین کی باقاعدہ شکل اختیار کر چکا ہے روایت باللفظ یا روایت بالمعنی کی یہ بحث ختم ہوجانی چاہئے۔ لیکن استشراق زدہ حضرات کو کیا کہوں' انہوں نے نہ صرف از سر نو اس کو چھیڑا اور اچھالا ہے بلکہ اس سے غلط نتائج اخذ کرنے کی مذموم کوشش بھی کی ہے۔ حالانکہ ہم اس بات کی وضاحت بھی کر چکے ہیں کہ احادیث کا کثیر حصہ باللفظ ہی مروی ہے۔ اور جہاں تک روایت بالمعنی کا تعلق ہے تو اس کا وقوع بھی صدر اول میں ہوا۔ اور وہ بھی عند الضرورت اور اس احتیاط کے ساتھ کہ معنی و مفہوم میں کوئی تغیر رونما نہ ہونے پائے۔ ظاہر ہے وہ مبارک دور تھا جب لوگ عربیت کا صحیح ذوق رکھتے تھے اور اس کے مختلف اسالیب کو خوب جانتے بوجھتے تھے اور اس حقیقت سے بھی واقف تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق تکلم کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اس احتیاط کے باوجود روایت بالمعنی سے کچھ غلط فہمیاں پیدا ہوسکتی ہیں لیکن محدثین نے ایک ایک روایت کو مختلف طرق کے ذریعے جس دقت نظر سے دیکھا اور جانچا ہے اور متن و رجال کے نقد و تفحص کے سلسلے میں جس علمی اور تحقیقی منہاج کی طرح ڈالی ہے اس کے بعد احادیث کی حجیت صحت کے بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔

❖❖❖

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حواشی

۱۔ الحجر: ۹
۲۔ ابن عبدالبر جامع بیان العلم، ۳۰
۳۔ ایضاً، ۳۸
۴۔ شوق حدیث: سرفراز مولانا، ۳۲
۵۔ ایضاً، ۵۸
۶۔ شوق حدیث ص ۵۹
۷۔ ایضاً
۸۔ ایضاً
۹۔ ایضاً
۱۰۔ البقرۃ: ۳۴
۱۱۔ الحجر: ۲۹
۱۲۔ ایضاً
۱۳۔ ایضاً: ۱۵
۱۴۔ طہٰ: ۲۳
۱۵۔ البقرۃ: ۳۸
۱۶۔ ایضاً: ۳۶
۱۷۔ طہٰ: ۲۰
۱۸۔ ھود: ۴۰
۱۹۔ المومنون: ۲۷
۲۰۔ الشوریٰ: ۲۳
۲۱۔ ھود: ۲۹
۲۲۔ فصلت: ۱۲
۲۳۔ القمر: ۱۹
۲۴۔ القصص: ۵۹
۲۵۔ ھود: ۲۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۶۔ الحجر: ۸۳
۲۷۔ ایضاً: ۷۳
۲۸۔ یوسف: ۲۲
۲۹۔ القصص: ۱۴
۳۰۔ القصص: ۲۰
۳۱۔ یٰس: ۲
۳۲۔ طٰہٰ: ۱۰
۳۳۔ القصص: ۲۹
۳۴۔ طٰہٰ: ۲۰
۳۵۔ النمل: ۱۰
۳۶۔ الاعراف: ۱۰۷
۳۷۔ طٰہٰ: ۲۴
۳۸۔ ایضاً: ۴۳
۳۹۔ الاعراف: ۱۰۴
۴۰۔ طٰہٰ: ۴۷
۴۱۔ طٰہٰ: ۶۶
۴۲۔ طٰہٰ: ۶۵
۴۳۔ الاعراف: ۱۱۵
۴۴۔ شوق حدیث، ۳۶
۴۵۔ ایضاً
۴۶۔ شوق حدیث، ۳۶
۴۷۔ فتنہ انکار حدیث، ۹
۴۸۔ ایضاً، ۴۰
۴۹۔ ایضاً، ۴۱
۵۰۔ تدریب الراوی، ۴۲
۵۱۔ ایضاً، ۴۳
۵۲۔ المستصفی، ۴۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵۳۔ ایضاً″، ۴۵

۵۴۔ ارشاد الطلاب الحقائق، ۴۸

۵۵۔ اصول السرخسی، ۴۹

۵۶۔ تدریب الراوی، ۵۰

۵۷۔ طبرانی، معرفہ الصحابہ، ۵۱

۵۸۔ کتاب الام، ۵۳

۵۹۔ بیہقی، ۵۴

۶۰۔ مدخل، ۵۵

۶۱۔ ایضاً″، ۵۶

۶۲۔ مسند احمد، ۵۷

۶۳۔ الروایہ فی اصول الحدیث، مفتی امجد علی، ۱۴۹

۶۴۔ تفہیم الاسلام، ۱۸۸

۶۵۔ ایضاً″، ۱۸۹

۶۶۔ حاشیہ البنانی علی جمع الجوامع، ۱۷۱

۶۷۔ ایضاً″، ۱۷۲

۶۸۔ دلائل السنن و الاثار نجم الدین مولانا، ۱۲۵

۶۹۔ ایضاً″

۷۰۔ الکفایہ، ۱۹۸

۷۱۔ مقدمہ ابن الصلاح، ۱۹۰

۷۲۔ التقریب، ۲/۹۸

۷۳۔ التبصرہ و التذکرۃ، ۲/۱۶۸

۷۴۔ فتح المغیث، ۲/ ۱۲

۷۵۔ الکفایہ، ۱۸۸

۷۶۔ الاقتراح، ۲۲۵

۷۷۔ المقنع، ۱/ ۲۶۲

۷۸۔ سنن ابن ماجہ، ۱/۱۰

۷۹۔ ایضاً″

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com